اللہ تعالیٰ کی مدد انتہائی قربانی پیش کرنے اور صبر وثبات دکھانے کے بعد نازل ہوتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۸؍فروری ۱۹۷۲ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات قرآنیہ تلاوت فرمائیں:-

وَ اَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ (اٰل عمران: ۱۴۰)

فَلَا یَخٰفُ ظُلۡمًا وَّ لَا ہَضۡمًا (طٰہٰ: ۱۱۳)

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّعۡبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرۡفٍ ۚ فَاِنۡ اَصَابَہٗ خَیۡرُۨ اطۡمَاَنَّ بِہٖ ۚ وَ اِنۡ اَصَابَتۡہُ فِتۡنَۃُۨ انۡقَلَبَ عَلٰی وَجۡہِہٖ ۟ۚ خَسِرَ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃَ ؕ (الحج: ۱۲)

فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَیۡہِمۡ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَہُمۡ عَدًّا (مریم: ۸۵)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر وہ اپنی ذمہ داریوں کو نباہیں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کی نصرت اور مدد فرمائے گا اور دُنیا کی کوئی طاقت اور شیطان کا کوئی منصوبہ اُن کے خلاف کامیاب نہیں ہو سکے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم نیک عمل کرو گے، مناسب حال عمل کرو گے تو نہ تمہیں یہ خوف باقی رہے گا کہ کوئی طاقت تم پر ظلم کر سکے اور نہ تمہیں یہ خطرہ رہے گا کہ تمہارے وہ حقوق جو تمہارے نیک اعمال کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق قائم

ہوں گے اُن کو تلف کیا جائے گا۔ گویا نہ ظلم کا خطرہ باقی رہے گا اور نہ حق تلفی کا۔

تاہم اللہ تعالیٰ زبانی دعوی کو نہیں مانتا۔ زبان سے تو ہر وہ شخص جسے خدا تعالیٰ نے زبان دی ہے کوئی نہ کوئی دعوی کر سکتا ہے۔ اُس کے لئے دعویٰ کرنا محال نہیں ہے لیکن اس کے دعوی میں کہاں تک صداقت ہے یہ اس شخص کے عمل سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ محض زبانی دعوی بے فائدہ ہے فلاح اور کامیابی پر منتج نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے دعوی ایمان بھی ہو اور عمل صالح بھی ہو اور نیک اعمال میں پختگی بھی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے محبت کا رشتہ بھی استوار ہو اور اس رشتہ میں وفا اور ثبات قدم بھی ہو۔ انسان تمام امتحانوں اور آزمائشوں پر پورا بھی اُترے تب انسان اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کو حاصل کیا کرتا ہے اگر ایسا نہیں تو پھر صرف دعووں کے نتیجہ میں یہ عظیم نعمتیں کہ جن سے بڑھ کر دُنیا میں اور کوئی نعمت نہیں، انسان کو نہیں ملا کرتیں۔

چنانچہ مومن کی جو آزمائش کی جاتی ہے اور اس کا جو امتحان لیا جاتا ہے وہ ہمیں قرآن کریم میں کئی قسم کا نظر آتا ہے۔ قرآن کریم نے اس پر بہت روشنی ڈالی ہے مثلاً ایک امتحان قضا وقدر کی صورت میں ہمیں نظر آتا ہے۔ ایک امتحان شیطانی وساوس کے مقابلہ میں کمزور ایمان والوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اسوہ نہ بنانے اور پختہ ایمان والوں کا اس فتنہ کو دور کرنے کی کوشش میں ہمیں نظر آتا ہے۔ ایک امتحان منافق کے منافقانہ حملوں کا مقابلہ کرنے میں ہمیں نظر آتا ہے۔ ایک امتحان کافر کے اس منصوبے میں مومن کا لیا جاتا ہے کہ دُشمن اُسے اس دُنیا میں مٹا دینا چاہتا ہے۔

چنانچہ جہاں تک اس آخری امتحان کا تعلق ہے یعنی اسلام کا دشمن، اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں کو دُنیوی اور مادی طاقت کے ساتھ مٹا دینا چاہتا ہے، ایسے امتحان میں (مَیں اکثر مثال دیا کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ کی مدد عصر کے وقت نازل ہوتی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک لمبا عرصہ ابتلاء میں، امتحان میں، دُکھ میں، کرب عظیم میں اور مصیبت میں گذرتا ہے۔ انسان کو تکلیف سہنی پڑتی ہے۔ جان دینی پڑتی ہے یعنی جب قومی یا اجتماعی زندگی کا امتحان لیا جا رہا ہو تو ہر قسم کے دُکھ سہنے پڑتے ہیں۔ پھر یہ کرب عظیم جب اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور مومن انسان کو نظر آتا ہے کہ رات کے اندھیرے سر پر آ گئے۔ دن ختم ہو رہا ہے اور

خدا تعالیٰ کی مدد ہمیں نظر نہیں آ رہی۔ کیا رات کے یہ اندھیرے، یہ تاریکیاں اور یہ ظلمتیں ہمیں اپنی لپیٹ میں لے لیں گی اور ہم ناکامیوں کا منہ دیکھیں گے؟

غرض جب تکلیف اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو اُس وقت مومن اپنے ایمان کی پختگی سے یہ نعرہ بلند کرتا ہے۔

مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ ؕ (البقرہ:۲۱۵)

کہ اے میرے رب! تُو نے میرا امتحان لیا اور مَیں نے اپنی طرف سے تیری راہ میں انتہائی قربانی بھی پیش کر دی اور آئندہ بھی دریغ نہیں کروں گا لیکن خواہ میں مر جاؤں یا مٹ جاؤں تب بھی مَیں تیری راہ میں آخری وقت تک قربانی دیتا چلا جاؤں گا لیکن اے خدا! تیرے وعدے بھی تو تھے؟ کیا مَیں اپنے امتحان میں ناکام رہا؟ نہیں! مَیں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ مَیں اس ذلّت کے داغ کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر اجتماعی زندگی میں آخری آدمی بھی مارا جائے گا تو قوم کہتی ہے یا اُمّت کہتی ہے کہ مَیں تیری راہ میں قربانی دیتی چلی جاؤں گی لیکن اے خدا! اب تو رات سر پر آ گئی۔ کیا یہ اندھیرے ہمیں نگل لیں گے؟ کیا وہ نور جس کا تُو نے وعدہ دیا ہے وہ نور ہمارے لئے ہماری راہوں کو روشن اور منور نہیں کرے گا؟۔

غرض مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ کی پکار کا وقت وہ وقت ہوتا ہے جب انسان کربِ عظیم کی حالت کو پہنچ جاتا ہے یعنی تکلیف اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور جب قربانی انتہائی طور پر پیش کر دی جاتی ہے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اے میرے بندے! تو کیوں گھبراتا ہے؟ میں نے تیرا امتحان لیا ہے۔ تو نے عہد کیا تھا کہ پیٹھ نہیں دکھاؤں گا۔ تُو اپنے عہد پر قائم رہا تو میں اپنے عہد سے کیسے پھر جاؤں گا جو سچے وعدوں والا ہوں اور تمام قدرتوں کا مالک ہوں۔ مَیں تیرے قریب ہوں۔ میری مدد تجھے پہنچ رہی ہے چنانچہ پھر کامیابی پر کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

لیکن مسلمان کہلانے والے جس زمانہ میں بھی عصر کے وقت کا انتظار نہیں کرتے اور اپنی طرف سے انتہائی قربانی پیش نہیں کرتے یعنی ایسے وقت کا انتظار نہیں کرتے کہ جب یہ سمجھا جائے کہ وہ مٹ گئے اگر اللہ تعالیٰ کی نصرت نہ آئی تو اس حالت کے وارد کئے بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کیسے آ جائے گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مومن کہلانے والوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو بد دلی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اُن کا رشتۂ محبت وعشق اپنے پیدا کرنے والے رب کے ساتھ کمزور ہوتا ہے۔ اگر تو خدا تعالیٰ کے پیار کے نتیجہ میں آزمائش کے طور پر دُنیا کی کچھ نعمتیں مل جائیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر انہیں کوئی تکلیف پہنچے تو تکلیف کے ابتدائی دور ہی میں اُن کے پاؤں اُکھڑ جاتے ہیں اور وہ پیٹھ دکھا جاتے ہیں اور سارے وعدوں کو بھول جاتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دُنیا میں بھی وہی لوگ ترقی کرتے ہیں کہ جو دُنیا کی خاطر اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں مگر تم نے بد دِلی کا مظاہرہ کیا اس لئے تم دُنیوی لحاظ سے بھی ناکام ہوئے اور تم نے دعویٰ کیا تھا اُخروی زندگی کی بھلائی کے حصول کا اور اُس کے لئے انتہائی طور پر جدوجہد کرنے کا مگر تم اس میں بھی ناکام ہوئے اور اس طرح تم خَسِرَ الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةَ کے مصداق بن گئے۔ تمہیں دُنیا اور دین کی ناکامیاں ملیں۔ تم دوسروں سے بھی بدتر ہو گئے اس لئے کہ جو غیر ہے وہ اگر دُنیوی انعامات کے حصول کے لئے محنت میں کوتاہی کرتا ہے تو دین کی نعمتیں تو ویسے بھی اُسے نہیں ملتیں۔ نہ اُس نے اُخروی زندگی کے لئے کوشش کی ہوتی ہے اور نہ اُس کی کوشش کی ناکامی کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ اُسے اُخروی انعامات نہیں ملتے کیونکہ اُن کے لئے اُس نے کوشش نہیں کی۔ اُس نے خدا تعالیٰ کو پہچانا ہی نہیں۔ اُس نے خدا تعالیٰ کی صفات کی معرفت ہی حاصل نہیں کی۔ اُس نے خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے کا ارادہ ہی نہیں کیا۔ اِس واسطے اس کی کوشش اور اس کے ارادے کی ناکامی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ گو اِس میں شک نہیں کہ ایسا انسان بڑا بدنصیب ہے کیونکہ ایک بہت لمبی اور ایک بہت پیاری زندگی کے انعامات اس کو حاصل نہیں ہوئے لیکن یہ درست ہے کہ ہم کہیں گے کہ کوئی کوشش نہیں تھی جس کی ناکامی کا سوال پیدا ہوتا ہو لیکن یہاں ایک وہ شخص ہے جو اگر صحیح طور پر کوشش کرتا اور اُخروی زندگی کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور انتہائی قربانیاں پیش کر دیتا تو اِس دُنیا میں بھی اُس کو انعام مل جاتا یعنی اگر اس کی نیت خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوتی ہے تو اُسے اُخروی زندگی کا انعام بھی مل جاتا اور اِس دُنیا کا انعام بھی مل جاتا لیکن وہ شخص جو عبادت کرتا ہے عَلٰى حَرۡفٍ، تعلق رکھتا ہے بددِلی کا مگر دعویٰ کرتا ہے محبت کا۔ لیکن محبت جس

روح، ایثار، قربانی اور جنون کا تقاضا کرتی ہے وہ اس کے اندر پیدا نہیں ہوتا تو پھر اس کا نتیجہ خَسِرَ الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃَ کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ احزاب میں ایک مثال دی ہے اس بات کی کہ جو آدمی ابتلاء کے وقت، کرب عظیم کی حالت میں بھی اپنے رب رحیم کے ساتھ پختہ تعلق رکھتے ہیں وہ ناکام نہیں ہوا کرتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَیۡکُمۡ اِذۡ جَآءَتۡکُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ رِیۡحًا وَّ جُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا ؕ وَ کَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرًا ۚ﴿۱۰﴾ اِذۡ جَآءُوۡکُمۡ مِّنۡ فَوۡقِکُمۡ وَ مِنۡ اَسۡفَلَ مِنۡکُمۡ وَ اِذۡ زَاغَتِ الۡاَبۡصَارُ وَ بَلَغَتِ الۡقُلُوۡبُ الۡحَنَاجِرَ وَ تَظُنُّوۡنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوۡنَا ﴿۱۱﴾ هُنَالِکَ ابۡتُلِیَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ زُلۡزِلُوۡا زِلۡزَالًا شَدِیۡدًا ﴿۱۲﴾

(الاحزاب: ۱۰ تا ۱۲)

وَ لَقَدۡ کَانُوۡا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنۡ قَبۡلُ لَا یُوَلُّوۡنَ الۡاَدۡبَارَ ؕ وَ کَانَ عَهۡدُ اللّٰهِ مَسۡـُٔوۡلًا ﴿۱۶﴾ (الاحزاب: ۱۶)

وَ لَمَّا رَاَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ ۙ قَالُوۡا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوۡلُهٗ ۫ وَ مَا زَادَهُمۡ اِلَّاۤ اِیۡمَانًا وَّ تَسۡلِیۡمًا ﴿ؕ۲۳﴾ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ رِجَالٌ صَدَقُوۡا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیۡهِ ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ یَّنۡتَظِرُ ۫ۖ وَ مَا بَدَّلُوۡا تَبۡدِیۡلًا ﴿ۙ۲۴﴾ (الاحزاب: ۲۳، ۲۴)

جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری عبادت عَلٰی حَرۡفٍ یعنی بد دلی سے کرنا تو سراسر بے نتیجہ ہے۔ تمہیں آزمایا جائے گا۔ تمہیں الۡبَاۡسَآءُ اور الضَّرَّآءُ دیکھنی ہوں گی۔ تمہیں اس طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا جائے گا کہ اُس وقت سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے تمہاری زندگی اور بقاء کا اور کوئی سہارا نہیں ہوگا۔ دوسری طرف تمہاری کیفیت یہ ہوگی کہ تم سمجھو گے کہ سب دُنیوی سہارے ٹوٹ گئے ہیں۔ کامیابی تو کجا تمہاری بقا کا سوال بھی باقی نہیں رہا ہے۔ اُس وقت تم سمجھو گے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ہم نہ زندہ رہ سکتے ہیں اور نہ کامیاب ہو

سکتے ہیں چنانچہ اس طرح جھنجھوڑے جانے کے بعد اور اس امتحان میں کامیاب ثابت ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی اِس آواز اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ (البقرۃ:۲۱۵) کو تم عصر کے وقت سُنو گے کہ دیکھو! اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے قریب ہے۔

اگر ہم اسلامی تاریخ پر نگاہ ڈالیں تو یہ بات بڑی واضح ہو جاتی ہے کہ مَیں نے تمثیلی رنگ میں جس عصر کے وقت کا ذکر کیا ہے، اسی وقت بالعموم اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوتی رہی ہے چنانچہ مکّی زندگی کے بعد بدر کی جنگ تمثیلی رنگ میں عصر کے وقت لڑی گئی ہے کیونکہ اس سے پہلے مکی زندگی میں مسلمانوں کو ہر قسم کے دُکھ پہنچائے گئے یہاں تک کہ اڑھائی سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ کو شعب ابی طالب میں بند رکھا گیا اور آپ کا مکمل بائیکاٹ کیا گیا حتّٰی کہ کُفّار مکہ کھانے پینے کی چیزوں تک کو اندر نہیں جانے دیتے تھے۔ گو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو زندہ رکھنے کے سامان پیدا کر رہا تھا مگر آزمائش تھی امتحان تھا (جو خدا ان کو زندہ رکھنے کے لئے کھانے کا انتظام کر سکتا تھا وہ ان کو صحت منداور طاقتور رکھنے کا انتظام بھی کر سکتا تھا لیکن چونکہ مسلمانوں کی آزمائش تھی) اس لئے ان کی تکلیف کی یہ حالت تھی کہ ایک بزرگ صحابیؓ کہتے ہیں ایک دفعہ رات کے وقت میرا پاؤں ایک ایسی چیز کے اوپر پڑا جسے میرے پاؤں نے نرم محسوس کیا چنانچہ میں نے اُسے اُٹھایا اور کھا لیا لیکن مجھے آج تک پتہ نہیں لگا کہ وہ تھی کیا چیز۔ غرض اِس تکلیف دِہ حالت تک وہ پہنچے ہوئے تھے۔ گو اڑھائی سال تک انسان بھوکا نہیں رہ سکتا۔ ظاہر ہے محض زندہ رکھنے کے لئے ان کو جتنی غذا کی ضرورت تھی وہ ان کو مل گئی لیکن بھوک کی آزمائش بڑی سخت تھی علاوہ دوسری آزمائشوں کے جن کی تفصیل میں مَیں اس وقت نہیں جا سکتا۔

پھر جب ہجرت کی اجازت ملی تو انہی کفار نے مسلمانوں کا پیچھا کیا اور کہا کہ یہ باہر نکل کر کیسے جا سکتے ہیں۔ ہم ان کو مٹا دیں گے چنانچہ یہ وہ وقت تھا جب دُکھ اور تکلیف، کرب اور ایذاء، آزمائش اور امتحان اپنی انتہا کو پہنچ چکا تھا چنانچہ پھر دُنیا نے بدر کے میدان میں یہ نظارہ دیکھا کہ تین سَو اور کچھ مسلمانوں کے مقابلے میں جو اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کے لئے آئے وہاں تھے، وہ اپنے قریباً سب بڑے بڑے سرداروں کے سر چھوڑ کر واپس

بھاگے۔ غرض اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ کا ایک عجیب نظارہ تھا جو دُنیا نے بدر کے میدان میں دیکھا اور پھر یہی نظارہ ہم بعد کی لڑائیوں میں بھی دیکھتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے بتایا ہے مسلمانوں کے لئے بہت سے امتحان اور آزمائشیں ہوتی ہیں لیکن جن آزمائشوں کا بطور خاص میں اس وقت ذکر کر رہا ہوں وہ مادی طاقت اور زور کے ساتھ اور مادی ذرائع سے دشمن کے ہاتھوں مسلمانوں کے قتل اور اسلام کو مٹانے کا منصوبہ اور آزمائش ہے یعنی یہ آزمائش کہ دشمن مٹانا چاہتا تھا لیکن مسلمانوں نے صبر وثبات دکھایا اور دشمن ناکام ہوا مثلاً جنگِ احزاب ہے جس کا ان آیات میں ذکر ہے جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مسلمانوں نے یہ عہد کیا تھا کہ وہ دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائیں گے خواہ کیسے ہی حالات کیوں نہ پیدا ہو جائیں۔ وہ ہر صورت میں دشمن کا مقابلہ کریں گے اور اسے پیٹھ نہیں دکھائیں گے چنانچہ ’’کیسے ہی حالات‘‘ احزاب کے موقع پر پیدا ہو گئے۔ قریباً سارا عرب اکٹھا ہو کر ان غریبوں اور مفلسوں اور نہتوں کو قتل کرنے کے لئے وہاں جمع ہو گیا اور اُنہوں نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ بھوک کے مارے وہ پیٹ پر پتھر باندھ کر چلتے تھے۔ دوسری طرف مسلمان عورتوں کی یہ حالت تھی کہ جس جگہ وہ اکٹھی کی گئیں وہاں ان کی عزت اور عصمت کی حفاظت کے لئے بھی مسلمان سپاہی میسر نہیں تھا کیونکہ دوسری جگہ اس کی زیادہ ضرورت تھی۔ مسلمان عورت سے فرمایا کہ اگر آج تیری عزت کی آزمائش ہے اور خدا یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ ایک مسلمان عورت میرے راستے میں اپنی عزتوں کو قربان کرنے کے لئے تیار ہے یا نہیں تو وہ اس امتحان میں پورا اُترنے کے لئے تیار ہو جائیں چنانچہ وہ تیار ہو گئیں۔

پھر جس وقت یہ سارا جم غفیر اور یہ سارا مجمع جو اسلام کو مٹانے کیلئے جمع ہوا تھا اور اُن کفار کی اُمید اپنی انتہا کو پہنچ چکی تھی کہ بس اب وہ غالب آئے اور مسلمان مغلوب ہوئے۔ ادھر مسلمانوں کے حالات کرب عظیم کو پہنچ گئے اور وہ سمجھنے لگے کہ اگر اس وقت خدا تعالیٰ کی مدد نہ آئی تو وہ مارے جائیں گے، اس وقت خدا کی مدد آئی اور فرشتے اس مدد کو آسمان سے لے کر آئے تو اُنہوں نے انہی زمینی عناصر میں تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ وہ عناصر کہ جن کے ذرّے

ذرّے کو انسان کے لئے پیدا کیا گیا تھا کہ وہ ان کی تسخیر اور ان پر حکمرانی کرے، اُن کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حاکمِ اعلیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حفاظت اور آپ کی کامیابی کے لئے حُکم ملا چنانچہ مسلمان جن کے جسم کا ذرہ ذرہ اور رؤاں رؤاں مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ پکار رہا تھا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ یہ تمام عناصر، یہ زمین اور اس کے ذرات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَیں نے تمہیں آزمایا اور تم اس آزمائش میں کامیاب ہوئے کیونکہ تمہارے اس کرب کو مَیں نے عظیم بنا دیا ہے اور تمہارا امتحان اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے، تمہارے دکھوں کا انسان تصور نہیں کرسکتا۔ میں نے تمہاری یہ آزمائش اس لئے نہیں کی کہ تمہیں دُنیا سے مٹا دیا جائے بلکہ یہ مَیں نے اس لئے کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ ظاہر ہو اور دُنیا خدا تعالیٰ کے اس پیار کا جلوہ دیکھے جو اُسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے متبعین کے ساتھ ہے۔

اب دیکھیں سارے عرب قبائل اکٹھے ہو کر کمزوروں کو مٹانے کے لئے آ گئے تھے۔ ان کمزور مسلمانوں نے پیٹ پر پتھر باندھے مگر دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائی۔ وہاں سے بھاگے نہیں۔ اُنہوں نے بے عزت صلح کے لئے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ کمزوری نہیں دکھائی۔ شرک کی طرف مائل نہیں ہوئے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کوئی اَور سہارا ڈھونڈیں۔ اُنہوں نے کہا ہمارا ایک ہی سہارا ہے اگر وہ مل گیا تو اس دُنیا میں بھی کامیاب اور اگر اس دُنیا سے چلے بھی گئے تو ہمیں اُخروی انعامات تو ضرور ملیں گے اور پھر اس حقیقی سہارے نے ان کو بے سہارا نہیں چھوڑا چنانچہ اس وقت جب کہ دشمن غالب آنے کی اُمید لگائے بیٹھا تھا اور وہ خوشی سے پھولا نہیں سماتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے زمین وآسمان میں ایک تغیر پیدا ہوا اور وہ جو مسلمانوں کو مٹانے کے لئے آئے تھے بھاگ نکلے۔ ریت کے چند ذرے کہہ لو، ہوا کی تھوڑی سی شدت کہہ لو یا اُن کے دلوں کے اندر فرشتوں نے جو بزدلی پیدا کی اور مسلمانوں کا جو رُعب پیدا کیا وہ کہہ لو۔ غرض یہ سب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے جلوے تھے جو انسان کو نظر آئے لیکن وہ اپنے محاصرے کے پہلے دن ہی نہیں بھاگے، وہ دوسرے اور تیسرے دن بھی نہیں بھاگے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ نظارہ کئی دن کے بعد رونما ہوا۔

یرموک کی جنگ کو لیں۔ یہ پانچ دن کی جنگ ہوئی ہے اور خدا کی شان یہ ہے کہ حضرت خالدؓ بن ولید کو طفیلِ محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بتا دیا گیا تھا کہ چار دن تک آزمائشوں کا دور ہو گا یعنی ان کے ذہن میں پہلے سے یہ تصوّر موجود تھا کہ چار دن دشمن کے اور پانچواں دن ہمارا ہوگا یعنی تین پہر دشمنوں کے ہوں گے اور چوتھا پہر ہمارا ہو گا چنانچہ دشمن اپنے وزن، اپنی تعداد اور اپنے ہتھیاروں کے زور کے ساتھ مسلمانوں کو دھکیلتے ہوئے ان کے خیموں تک لے جاتا تھا۔ مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر ایثار پیشہ فدائی مسلمان عورتیں خیموں کے ڈنڈے لے کر مسلمانوں کے سر پر مارتی تھیں کہ واپس جاؤ۔ یہاں کیا لینے آئے ہو چنانچہ اگلے دن اور پھر اس سے اگلے دو دن بھی یہی حال ہؤا۔ اس معرکے میں کئی مسلمان شہید ہو گئے جن میں عکرمہؓ اور اس کے ساتھی بھی شامل تھے مگر کسی مسلمان نے پیٹھ نہیں دکھائی حتیٰ کہ عکرمہؓ جیسے شخص نے پیٹھ نہیں دکھائی جو فتح مکہ تک اسلام کا دشمن رہا تھا کیونکہ عکرمہؓ اور اس جیسے دوسرے مسلمانوں کے دل بدل گئے۔ حالات مختلف ہو گئے۔ اندھیروں کی جگہ نور نے لے لی۔ وہ جو اسلام کے دشمن تھے ان کے دل میں محبت پیدا ہو چکی تھی۔ عکرمہؓ اور اس کے ساتھی اس خیال سے جلتے تھے کہ اُنہوں نے اپنے چہروں پر اسلام دشمنی کے داغ لگا رکھے ہیں۔ ان داغوں کو دھونے کے لئے خدا جانے ہمیں کوئی موقع ملتا ہے یا نہیں۔

پس یہ لوگ بھی جو بعد میں آنے والے تھے، دشمن کے مقابلے میں بھاگے نہیں۔ کسی نے بزدلی نہیں دکھائی۔ وہ خدا تعالیٰ سے نا امید نہیں ہوئے۔ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ پر بدظنی نہیں کی بلکہ کئی ایک نے اپنی جان دے کر مَنْ قَضٰی نَحْبَهٗ (الاحزاب:۲۴) خدا تعالیٰ سے اپنا عہد پورا کر دیا اور اس طرح اُنہوں نے اپنے لئے جنتوں کے سامان پیدا کئے اور پیچھے رہنے والوں کے لئے فتح کے سامان پیدا کر دیئے۔

غرض اس جنگ میں جب مسلمانوں کا کرب اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور تمثیلی زبان میں وہ آخری وقت یعنی عصر کا وقت آ گیا تو کہنے والے کہتے ہیں کہ اس وقت یرموک کے میدان میں رومی اپنے پیچھے شاید ڈیڑھ لاکھ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے تھے حالانکہ پہلے چار دنوں میں رومی یہ سمجھتے تھے کہ مسلمان تو مٹھی بھر ہیں یہ بچ کر کیسے جائیں گے وہ سمجھتے تھے کہ ہم اڑھائی لاکھ ہیں

اور مسلمان صرف چالیس ہزار اس لئے وہ مسلمانوں کو مٹا دیں گے غرض اس نیت کے ساتھ رومی آئے تھے کہ اس میدان میں سارے مسلمانوں کو قتل کر دیں اور اس فتنے کو (جو اُن کے نزدیک فتنہ تھا) ہمیشہ کے لئے مٹا دیں گے مگر جسے وہ فتنہ سمجھتے تھے اور جس کے مٹانے کے درپے تھے، اس نے اُن کے خون کو کھاد بنا کر انہی کے علاقوں میں اسلام کے درختوں کو بویا۔ جنہوں نے بڑے اچھے پھل دیئے (کھاد ہی پڑی نا! کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ بکرے کا خون اگر DECOMPOSED (ڈی کمپوزڈ) ہو کر درختوں کی جڑوں میں ڈالا جائے تو بڑی اچھی کھاد ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ اسلام کا یہ دشمن انسانیت کے لئے اَور تو کسی کام نہیں آیا مگر جب اسلام کا باغ ان علاقوں میں لگا تو اس وقت اس نے کھاد کا کام دیا۔ ان کی نسل سوچتی ہوگی کہ یہ لوگ کن بلند نعروں کے ساتھ اور بظاہر کس ہمت کے ساتھ اور کس ولولے اور عزم کے ساتھ اور پادریوں کے ہر قسم کے جوش دلانے کے بعد اسلام کو مٹانے کے لئے وہاں گئے تھے مگر ناکام ہوئے اور خدا تعالیٰ کی قدرت کا ہاتھ اور اس کے پیار کے جلوے جنگ کے میدانوں میں بھی ہمیں نظر آتے ہیں۔ دشمنان اسلام تو بد بخت تھے لیکن ہمارے لئے خوش بختی کے سامان پیدا کر گئے اور ہمارے لئے خوش قسمتی کے محلوں کے دروازے کھول گئے۔

تاہم یہ سب کچھ اس وقت ہوا جب مسلمانوں کا کرب، کرب عظیم بن گیا تھا۔ دُکھ اور تکلیف اپنی انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ کا انعام نازل نہیں ہوتا ورنہ ایک کمزور ایمان والے اور ایک پختہ اور سچے ایمان والے آدمی کے درمیان کوئی فرق نہیں ہو سکتا۔ بہرحال ایک مسلمان نے خدا تعالیٰ سے یہ عہد کیا ہے کہ وہ دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائے گا چنانچہ جب تک اللہ تعالیٰ اس دعویٰ کی پوری طرح آزمائش نہ کرے، اس کی نصرت نازل نہیں ہوتی۔ ’’پیٹھ نہیں دکھائے گا‘‘ کا عہد وہی آدمی کرتا ہے جس کا خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر کامل بھروسہ ہوتا ہے۔ تبھی وہ کہتا ہے کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے میں دشمن کو پیٹھ نہیں دکھاؤں گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے ضرور پورے ہوں گے کیونکہ وہ سچے وعدوں والا اور کامل قدرتوں والا ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی وقت یہ فیصلہ کرے کہ میں اپنے وعدوں کو پورا نہیں کروں گا۔ یہ تو ایک عیب ہے اور خدا تعالیٰ ہر قسم کے عیوب سے پاک ہے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ

وہ کہے کہ میں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہتا ہوں لیکن یہ میری قدرت سے باہر ہے کیونکہ وہ تو ساری قدرتوں کا مالک ہے۔ پس وہ سچے وعدوں والا بھی ہے اور کامل قدرتوں والا بھی ہے، اس لئے اس کی صفات کی اسی معرفت کے بعد یہ عہد کیا جاتا رہا ہے کہ مسلمان اپنے دشمن کو پیٹھ نہیں دکھائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ تو ٹھیک ہے کہ میں تمہیں آزماؤں گا چنانچہ قرونِ اولیٰ کے بعد کی تاریخ میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی ہر آزمائش کے وقت سچے مسلمان نے پیٹھ نہیں دکھائی۔

یوسف بن تاشقین کا واقعہ ہے جو سپین میں رونما ہوا۔ وہ افریقہ کے رہنے والے تھے۔ میں نے تمثیلی رنگ میں عصر کے وقت کا ذکر کیا ہے مگر ان کے اس واقعہ میں عملاً عصر کا وقت ہی تھا جب انہیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہوئی۔

یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ جب سپین کے حالات خراب ہو گئے تو مسلمانوں نے یوسف بن تاشقین سے درخواست کی کہ ہماری مدد کریں چنانچہ وہ قریباً بارہ ہزار گھوڑ سوار فوج لے کر وہاں پہنچ گئے، عیسائی بادشاہ ساٹھ ستّر ہزار کی فوج لے کر حملہ آور ہوا۔ بڑی زبردست جنگ ہوئی جس میں بظاہر دشمن کا پلّہ بھاری تھا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس موقع پر یوسف بن تاشقین نے یہ سمجھا کہ آج مجھے اپنی عمر میں شاید پہلی شکست نہ ہو جائے کیونکہ دشمن کا دباؤ بڑا شدید تھا۔ عیسائی مسلمانوں کو مار رہے تھے۔ انہیں قتل کر رہے تھے اور پیچھے ہٹا رہے تھے مگر اس سارے دباؤ اور ان تیزیوں کے باوجود جو دشمن مسلمانوں کے خلاف دکھا رہا تھا اس پر اُنہوں نے پیٹھ نہیں دکھائی عیسائی سمجھتے تھے کہ آج وہ غالب آ گئے اور سپین سے مسلمان کو گویا مٹا دیا۔

یوسف بن تاشقین کا یہ واقعہ مسلمان کی سپین میں ہلاکت سے کئی صدی پہلے کا ہے گو اس وقت بھی یہی حالات پیدا ہو گئے تھے۔ جو بعد کی صدی میں زیادہ بگڑ گئے اور مسلمانوں کو ان کی غفلتوں اور کوتاہیوں اور گناہوں کے نتیجہ میں ایک عذاب کا اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا سامنا کرنا پڑا۔

بہر حال یوسف بن تاشقین سمجھتے تھے کہ عمر میں پہلی شکست ہو رہی ہے اور ادھر عیسائی بادشاہ یہ سمجھتا تھا کہ آج (بزعم خویش) عیسائیت اور اسلام کا فیصلہ ہو گیا ہے۔ ہم نے مسلمانوں

کو مٹا دیا ہے۔ یہ باہر سے مدد دینے آئے تھے اپنے مسلمان بھائیوں کو۔ ہم نے ان کو بھی شکست دے دی ہے۔

چنانچہ عصر تک یہی حال رہا پھر اللہ تعالیٰ کے فرشتے ایک نئی شان میں آئے کیونکہ

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (الرحمٰن:۳۰)

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہر جلوہ نئی شان رکھتا ہے چنانچہ عصر کے وقت عیسائی فوج بھاگ نکلی حالانکہ اس سے پہلے وہ سارا دن مسلمانوں کو مارتے اور دباتے رہے تھے لیکن مسلمانوں کی تکلیف جب اپنی انتہا کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ جو سچے وعدوں والا اور کامل قدرتوں والا ہے وہ مسلمانوں کی مدد کو آیا۔ اُس نے ان کا امتحان لے لیا تھا اس لئے فرمایا تم کامیاب ہو گئے۔ اب لو میرا انعام چنانچہ رومی بھاگے اور یوسف بن تاشفین اور اس کے آدمی (باوجود اس کے کہ کچھ تو شہید ہو گئے تھے اور کچھ ویسے بھی تعداد میں کم تھے مگر چونکہ وہ ایمان پر قائم تھے اس لئے) ساری رات دشمن کو مارتے مارتے ان کا پیچھا کیا اور قریباً پچاس میل کے فاصلہ پر ایک دریا تھا اُن کا خیال تھا کہ ہم وہاں تک اُن کا پیچھا کریں گے چنانچہ دشمن کا ساٹھ ستر ہزار فوج میں سے کل پانچ سو عیسائی دریا پار کر سکے۔ شاید کچھ دائیں بائیں سے بھی نکلے ہوں گے لیکن ان کی اکثریت ماری گئی۔ چنانچہ وہ دشمن جو عصر کے وقت تک اپنے خیال میں غالب تھا، وہ مغلوب ہی نہیں ہوا بلکہ ہلاک ہو گیا اس لئے کہ صبح سے لیکر عصر تک جو ظلم اُنہوں نے مسلمانوں پر کیا تھا وہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا تھا۔ مسلمان تو صبح کے وقت یہ کہتے ہوں گے کہ خدا کا وعدہ جلدی کیوں نہیں پورا ہوتا مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:- فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ تم ان کے خلاف جلدی نہ کرو۔ مطلب یہی ہے کہ تم خدا سے یہ نہ کہو کہ وہ نصرت و مدد کو جلدی لائے اور ان کافروں کو مار دے جو ہمیں دکھ دے رہے ہیں، ایذا پہنچا رہے ہیں۔ زخمی کر رہے ہیں اور بعض کو قتل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا (مریم:۸۵) یعنی تمہارے ساتھ بھی ایک وعدہ ہے کہ فلاں وقت مدد آئے گی اور اُن کفار کے ساتھ بھی وعدہ ہے کہ ایک وقت تک ان کو ڈھیل دی جائے گی۔ دراصل یہ دونوں وعدے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اگر مسلمان کے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ اُسے عصر کے وقت اللہ تعالیٰ کی مدد ملے گی تو یہ بات لازمی ہے کہ کافر

کے ساتھ بھی یہ وعدہ ہوگا کہ عصر کے وقت تک اُس پر الٰہی گرفت نہیں ہوگی اور اصلاح کے لئے اسے مہلت دی جائے گی تبھی وہ اپنا کام کر سکتے ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ہم نے ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے اور یہ وہی وقت ہے جو ایک مسلمان کا اور ایک کافر کا اکٹھا ہو جاتا ہے۔ جس وقت مسلمان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آتی ہے، کافر کی ہلاکت کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے تمہارا جلدی کرنا، یا قبل از وقت گھبرا جانا اور دعائیں کرنا کہ اے خدا! ہم تکلیفیں برداشت نہیں کر سکتے۔ تو ہماری مدد فرما۔ یہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ کہ ان کے خلاف جلد ہلاکت کی دعائیں کرنا غلط بات ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا جس وقت تمہاری آزمائش پوری ہو جائے گی امتحان میں پورے اُترو گے۔ ان کی ڈھیل کا وقت بھی پورا ہو جائے گا۔ ایک ہی وقت میں تمہاری مدد اوران کی ہلاکت کے سامان پیدا ہو جائیں گے۔

پس فَلَا تَعْجَلْ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا (مریم: ۸۵) میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ دشمن کے مقابلے میں جلدی نہیں چلے گی اللہ تعالیٰ کی مدد کے آنے تک تمہیں صبر وثبات کا مظاہرہ کرنا ہوگا چنانچہ ساری اسلامی تاریخ دیکھ لیں۔ اُس وقت بھی جب مسلمان اپنے ایمان کی رفعتوں پر پہنچا ہوا تھا اوراس وقت بھی جب مسلمان اپنے ایمان میں نسبتاً بہت کمزور ہو چکا تھا۔ ہر دوصورتوں میں مسلمان اگرعصر تک قربانیاں دیتا رہا تو کامیاب ہوتا رہا اور جب بھی اس نے صبح سات بجے یا آٹھ بجے یا نو بجے یا دس بجے یا بارہ بجے یا دو بجے خدا تعالیٰ سے یہ کہا کہ اے خدا! تو نے ہماری مدد کرنے میں جلدی نہیں کی اب ہم پیٹھ دکھا رہے ہیں تو وہ ہلاک ہو گئے۔

جو جنگ اس وقت ہندوستان کے خلاف لڑی گئی ہے میرا اندازہ ہے کہ صبح سات بجے ہمارے فوجیوں سے ظالم حکومت نے جنگ کروا دی۔ ہمارا سپاہی بڑی بے جگری سے لڑا ہے۔ اُس نے اپنے خون سے یہ ثابت کیا ہے کہ اُس پر بزدلی یا نااہلی کا دھبہ نہیں آتا۔ اس لئے میں اُن کی بات نہیں کر رہا لیکن جن کا بھی قصور تھا اور جہاں بھی وہ فتنہ تھا اس کی وجہ سے ہتھیار ڈالے گئے تو عصر کا وقت نہیں تھا، ظہر کا وقت بھی نہیں تھا۔ بارہ بھی نہیں بجے تھے۔ دس بجے کا بھی وقت نہیں تھا۔ صبح سات بجے ہتھیار ڈال دیئے اور پھر یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں

آئی؟ قرآن کریم کی واضح تعلیم کے خلاف ہے۔

پس ہم جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم قرآن کریم کو سمجھتے ہیں، ہمیں یہ بات جان لینی چاہیے کہ انتہائی قربانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی مدد ملا کرتی ہے۔ یہ سمجھنا کہ تمہارے مخالف اور اسلام کے دشمنوں کو اللہ تعالیٰ جلد تباہ کر دے گا فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَيۡهِمۡ کی رو سے صحیح نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم ایسا تصور بھی نہ کریں اور نہ ایسی دعائیں کریں۔ ہمیں تو یہ دعائیں کرنی چاہئیں کہ اے خدا! ہمیں یہ توفیق عطا فرما کہ ہم تیری راہ میں اور تیرے دین کو غالب کرنے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت ساری دُنیا کے دل میں بٹھانے کے لئے انتہائی قربانیاں پیش کریں اور ہمیں یہ توفیق بھی عطا فرما کہ تیرے علم کامل میں جو عصر کا وقت ہے یعنی انتہائی قربانیوں کا وقت ہے وہ ہمیں نصیب ہو۔ ہم رستے میں کٹ نہ جائیں ہم تیرے دشمن کے ہاتھ سے ہلاک نہ ہو جائیں۔ اے خدا ہمیں معلوم ہے کہ اگر ہم تیری توفیق سے عصر کے وقت تک تیری راہ میں انتہائی قربانیاں دیتے رہیں گے تو تیری مدد ہمیں ضرور ملے گی چنانچہ جب ظاہری حالات میں زبان سے بے اختیار مَتٰى نَصۡرُ اللّٰهِ نکلے گا تو اسی وقت ہمیں پتہ لگے گا کہ اَلَآ اِنَّ نَصۡرَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ (البقرۃ: ۲۱۵) یعنی اللہ تعالیٰ کی مدد مل جائے گی۔ ہم دشمن کے لئے بد دعائیں کیوں کریں کیونکہ ہماری کامیابی میں اس کی ہلاکت ہے اس کی دشمنی کا خاتمہ ہے خواہ وہ جسمانی لحاظ سے مارا گیا ہو یا دُنیوی طور پر وہ اپنے اس منصوبہ میں ناکام ہو گیا ہو کہ وہ اسلام کو مٹا دے گا۔ بعض انبیاء علیہم السلام کی قومیں پہلے بھی (یا تو ان کا کثیر حصہ اور یا بعض مثالوں میں ساری کی ساری ہلاک ہوگئیں یا ناکام ہوگئیں) یعنی جب کافر نہ رہے تو قوم گویا ہلاک ہوگئی۔ وہ قوم جو نبی کی دشمن تھی وہ قوم نہیں رہی کیونکہ وہ اسلام لے آئی۔ اس لئے وہ قوم کہاں رہی جس نے کہا تھا کہ ہم نبی کو مٹا دیں گے۔

غرض یہ بھی ناکامی اور ہلاکت کی ایک شکل ہے جب کسی قوم یا فرد کا منصوبہ ناکام اور مقصد فوت ہو جاتا ہے تو یہ بھی اس کی ایک قسم کی ہلاکت ہے پس ہمیں اپنے دشمن کی جلد ہلاکت کی دعا کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ یہ دعا کرنے کی ضرورت ہے کہ اے خدا! تُو ہمیں انتہائی قربانیاں دینے کی توفیق عطا فرما۔ جس وقت تیری نگاہ میں کرب عظیم کے حالات

پیدا ہو جائیں اور ہر طرف سے نا امیدی نظر آنے لگے تو اس وقت بھی ہم تیرے باوفا بندے ثابت ہوں۔ ہمارے دلوں میں تجھ سے بے وفائی کا خیال پیدا نہ ہو۔ وہ وقت جب تیری اٹل تقدیر تیرا اٹل قانون کہتا ہے کہ تیری مدد آئے گی وہ وقت ہمیں نصیب ہو تاکہ ہم تیری مدد و نصرت کے سایہ میں اس دُنیا میں بھی اور اُس دُنیا میں بھی اپنی زندگی کے لمحات گزارنے والے ہوں اور وہ قوم یا شخص جو خدا تعالیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن ہے وہ ناکام ہو خواہ وہ اس رنگ میں ہلاک ہو کہ وہ جسمانی طور پر تباہ ہو جائے یا اس رنگ میں ناکام ہو کہ اس کے سارے کے سارے منصوبے خاک میں مل جائیں اور پھر وہ دن بھی آجائے کہ وہ دل جو بغضِ محمد سے بھرا ہوا تھا وہ عشقِ محمد سے لبریز ہو جائے۔ یہ ہمارے لئے اور بھی زیادہ خوشی کی بات ہے۔

پس یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ صبح ۸ بجے یا دس بجے یا بارہ بجے یا دو بجے یا تین بجے اللہ تعالیٰ کی مدد تمہیں مل جائے گی۔ درآنحالیکہ ابھی تمہارے امتحان مکمل نہیں ہوئے۔ ابھی تمہاری آزمائشوں کے دن نہیں گزرے۔ ابھی تم نے خدا کی راہ میں انتہائی قربانیاں نہیں دی ہوں گی۔ یہ نہ کبھی پہلے ہوا ہے نہ اس کی اب امید ہے اور نہ آئندہ کبھی ہوگا۔ قرآن کریم اس بات کی علی الاعلان منادی کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اسی وقت ملتی ہے جب تم مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ کی کیفیت پیدا ہونے تک قربانی پر قربانی پیش کرتے چلے جاؤ اور خدا تعالیٰ کے دامن کو نہ چھوڑو۔ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی مدد ملے گی۔ یہ ویسی ہی مدد ہوگی جو آج سے چودہ سو سال پہلے مسلمانوں کو ملی تھی جس کی چمک آج بھی اپنوں اور غیروں کی آنکھوں کو چندھیا دیتی ہے۔

پس یہ وہ مدد ہے جس کا ہمیں وعدہ دیا گیا ہے اور یہ وہ طریق ہے جو اس مدد کے حصول کے لئے ہمیں بتایا گیا ہے اگر یہ طریق ہم اختیار نہیں کریں گے تو وہ مدد ہمیں نہیں ملے گی۔ پھر خدا تعالیٰ پر کیا شکوہ! کیونکہ جب تم نے سات بجے کے بعد یا دس بجے کے بعد جانی یا جسمانی قربانی دینے سے انکار کر دیا تو پھر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کے کیسے امیدوار بن بیٹھے۔ یہ چیز قرآن کریم کی ہدایت اور روشنی سے باہر ہے۔ قرآن کریم میں ہمیں یہ کہیں نظر نہیں آتا کہ قربانی دیئے بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ دیا گیا ہو۔

تاہم جو احمدی ہیں جنہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روحانی فرزند کے ہاتھ پر بیعت کر رکھی ہے اور جو اس وجود کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو مہدی معہود تھا جس کی ہدایت کے سامان خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل نے کئے تھے اور جو محبوب تھا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور پر سلام پہنچایا تھا۔ ویسے آپ کی عام دعائیں تو ساری امت کے لئے ہیں اور ہر زمانے کے لئے ہیں لیکن اس دُعا کے لئے اور سلام کے لئے آپ نے جس کو چُنا وہ ایک ہی وجود ہے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ اس وجود کے ساتھ ہم وابستہ ہیں اور ہم زندہ خدا کی زندہ تجلّیاں دیکھتے ہیں اس لئے اگر ہمیں تکلیفیں پہنچتی ہیں تو کیا ہم گھبرا جائیں گے ہم جو حقیقی معنوں میں احمدیت کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اور

ے ’’صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا‘‘

کی رو سے صحابہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل ہو گئے ہیں۔ کیا ہم ان تکلیفوں سے ہم ان دشمنیوں سے، ہم اس قتل و غارت سے اور دشمن کے دوسرے خطرناک منصوبوں سے گھبرا جائیں گے؟ ہم جن کو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دُنیا میں دُور دُور تک نکل جاؤ اور اسلام کو غالب کرو۔ کیا ہم اس غلبہ سے پہلے یعنی اس عصر کے وقت سے پہلے ہمتّیں چھوڑ بیٹھیں گے؟ نہیں! خدا نہ کرے کہ کبھی ایسا ہو۔ انشاء اللہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا کبھی نہیں ہوگا کیونکہ آسمان نے فیصلہ کیا ہے کہ اسلام تمام دُنیا پر غالب ہو۔ زمین اس فیصلے کو بدل نہیں سکتی۔

پس ہمیں یہ دعائیں کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں انتہائی قربانیاں دینے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ یہ فضل بھی فرمائے کہ ہم میں سے بھاری اکثریت ان انتہائی قربانیوں کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اسی دُنیا میں دیکھنے والی ہو۔ (آمین)

(روزنامہ الفضل ربوہ ۱۱؍مارچ ۱۹۷۲ء صفحہ ۱ تا ۵)

❁❁❁